پاکستان میں قیام امن کے لئے باہمی رواداری اور احترام مذاہب کی اہمیت

(قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

The importance of mutual tolerance and respect of religions for peace in Pakistan

(Analytical study in the light of the Qur'an and Sunnah)

Dr. Hafiz Mohsin Zia Qazi

Assistant Professor, Department of Islamic Studies ,My University Islamabad

Dr. Hafiz Muhammad Abrar Awan

Ph.D. (Islamic Studies) Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore, Pakistan

Email: abrarawanpu@gmail.com

Dr. Muhammad Shahid Habib

Assistant Professor

Department of Islamic Studies, KFUEIT Rahim Yar Khan, Pakistan

Email: shahidhbeeb@gmail.com

ABSTRACT

Peace is one of the most desired and basic need of every human. Peace is an important element for making peaceful society because without peace social life cannot function properly. Allah almighty conveys the message of love, peace, tolerance and respect of others. Our religion is a religion of peace and provides us guidance forever. We can observe the life of our beloved Holy Prophet Muhammadﷺ either Makki era or Madni era, Prophet explained the divine law or practiced it properly. We should obey the golden life of Holy Prophetﷺ. Pakistan is suffering from anarchy, impatience, sectarianism and terrorism. In Pakistan for the restoration of peace, there must be a sense of sympathy, tolerance and magnanimous among people of various sects. So, in the interest of Pakistan we promote peace, tolerance at all level.

Keywords: *Pakistan, Tolerance, Peace, Mutual Understanding and Religions*

تعارف

اسلامی معاشرے کی بقاء کے لئے امن کا قیام انتہائی اہم ہے۔اسلام ایک ایسا پر امن دین ہے کہ جس کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اسلام تو محبت، امن اور ہم آہنگی کا مذہب ہے۔اسلام تفریق و تقسیم کو پسند نہیں کرتا بلکہ اسلام باہمی رواداری اور اتحاد واخوت کا درس دیتا ہے۔اگر ہم سیرت طیبہ کا بغور مطالعہ کریں تو جہاں آپ ﷺ کی سیرت پاک کے بہت سارے اہم گوشے ہیں وہیں آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا اہم گوشہ ''امن واخوت اور باہمی رواداری'' ہے۔رسولِ رحمت ﷺ نے اپنے اخلاق حسنہ کے ذریعے لوگوں کو محبت واخوت کی لڑی میں پرو دیا۔آپ ﷺ جہاں خود سراپا رحمت ہیں وہاں اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی امن و سلامتی، محبت و رواداری، حلم و بردباری اور صبر و تحمل کی تعلیم دی۔رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف مسلمانوں کو آپس میں رواداری کا درس دیا بلکہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ بھی برداشت اور رواداری کے ساتھ پیش آنے کو حکم دیا۔چودہ صدیاں گزرنے کے بعد آج بھی اگر کسی خطے میں امن وسلامتی خطرے میں ہو تو اسلام کے درخشاں اصولوں پر عمل کیا جائے اور مذہبی منافرت کو ختم کرکے برداشت اور باہمی رواداری کو فروغ دیا جائے۔ایک طبقہ ایسا ہے جو بین المذاہب رواداری سے مراد یہ لیتا ہے کہ دوسروں کے غلط نظریات وعقائد کو درست قرار دینا" بین المذاہب رواداری" ہے۔حالانکہ رواداری سے مراد مخالف مذہبی اصولوں کو درست تسلیم کرنا نہیں بلکہ غلط جانتے ہوئے بھی انہیں برداشت کرنا اور ان کے مذہبی معاملات کا احترام کرنا ہے۔اگر دوسروں کے عقائد کو درست ماننا روا ہوتا تو نبی کریم ﷺ کو کفار کی طرف اس کی پیشکش کی گئی تھی کہ آپ ہمارے دین پر عمل کریں تو ہم بھی آپ کے دین پر عمل کریں گے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مذہبی رواداری سے مراد یہ ہر گز نہیں کہ تم ایک دوسرے کے دین پر عمل کرنے لگو بلکہ ارشاد فرمایا:

لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ [1]

ترجمہ: تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے۔

گویا یہ جانتے ہوئے کہ مخالفین کے نظریات غلط ہیں ان کا احترام کرنا باہمی رواداری اور امن کے قیام کے لئے ناگزیر ہے۔

رواداری کا مفہوم

[1] ۔ الکافرون:6

Al Kaferoon:06

رواداری سے مراد یہ ہے کہ دوسروں کو برداشت کیا جائے، ان کے مذہبی اقدار، جذبات اور تہذیب و ثقافت کو برداشت کیا جائے۔ ہم خیال ہوں یا نظریات میں اختلاف ہو کبھی بھی کسی کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچانا رواداری کہلاتا ہے۔ لغت میں رواداری سے مراد ہے کہ: کسی فعل کا دوسرے کی رعایت سے جائز رکھنا۔[2]

رواداری کے لئے انگریزی زبان میں Tolerance یعنی برداشت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ Toleration کا ایک معنی یہ ہے:

The allowable deviation from a standard [3]

یعنی کسی معیار سے ممکنہ حد تک انحراف کرنا

رواداری کا مفہوم Encyclopedia of Britannica میں ان الفاظ میں درج ہے:

"Intellectual and practical acknowledgement of the right of others to live in accordance with religious beliefs that are not accepted as own"[4].

یعنی دوسروں کے لئے ان کے ایسے مذہبی اعتقادات کے مطابق زندگی گزارنے کے حق کا عقلی اور عملی اعتراف کرنا جنہیں ہم خود تسلیم نہیں کرتے۔

لفظ مدارت، عربی زبان میں رواداری کے لئے استعمال ہوا ہے جس کا معنی: حسن خلق اور نرم روی کے ہیں[5]

یوں رواداری سے مراد تحمل اور بردباری ہے، کسی دوسرے کے عقائد و نظریات کو برداشت کرنا چاہے وہ ہمیں ناپسند ہی کیوں نہ ہوں۔ اپنے نقطہ نظر کو کسی کے اوپر زبردستی مسلط نہ کرنا اور دوسرے کو آزادی سے اختیار دینا کہ وہ اپنے نظریات کے مطابق زندگی بسر کرے اور کسی بھی قسم کی عصبیت کے بغیر امن و برداشت کے ماحول کو قائم رکھنا مذہبی رواداری ہے۔ جب تک باہمی رواداری کی فضا ہموار نہیں ہوگی کبھی بھی دوسروں کے مذاہب کا احترام ممکن نہیں

---

[2] امروہی، نسیم، **جامع نسیم اللغات**، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1955ء)، ص:815

Amrohi, Naseem, Jamey Naseem-Ul-Lughaat , (Lahore: Shaikh Ghulam Ali & Sinz , 1955),p:815.

[3] Tolarance, Merriam-Webster.com 2019

[4] Encyclopedia of Britanica,1947, V,10, p 400

[5] ابن منظور، ابوالفضل، محمد بن مکرم، **لسان العرب**، (بیروت: دار صادر، 1414ھ)، ج:14، ص:255

Ibn-e-Manzoor , Muhammad Bin Mukarram, Lisaan-Ul-Arab, (Beruit:Dar-E-Saadar,1414H)Vol:14,P:255.

ہوگا۔ معاشرتی امن کے لئے ضروری ہے کہ مذہبی اختلافات کو ایک حقیقت کے طور پر خندہ پیشانی سے تسلیم کریں اور ان اختلافات کے باوجود دوسروں کے عقائد و نظریات کا احترام کرتے ہوئے ان کے ساتھ سماجی و ثقافتی معاملات میں بھی شریک ہوں۔

اسلامی تعلیمات کا بنیادی محور یہ ہے کہ ہر معاملے میں بانی اسلام ﷺ کی اطاعت کی جائے، ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ سے احترام مذاہب کا درس ملتا ہے اور جس طرح آپ ﷺ نے باہمی رواداری کا مظاہرہ کیا ذیل میں اس کی وضاحت بیان کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان اور رسول اللہ ﷺ کا قائم کردہ مثالی معاشرہ:

اسلام اپنے ماننے والوں کو انسانیت کا احترام سکھاتا ہے اور یہ امر مسلمہ ہے کہ بحثیتِ انسان ہر فرد احترام کا حق دار ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب، مسلک، رنگ اور نسل سے تعلق رکھتا ہو۔ مناظروں، مجادلوں، مباحثوں اور تفریق و تقسیم سے اسلام کی وسعتِ نظری اور امتیاز مجروح ہوا ہے۔ اس سے عالمی دنیا میں اسلام کا تشخص بحال نہیں رہا جس کی بنیادی وجہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات سے انحراف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ غیر مسلموں کو برداشت کریں، ان کی مذہبی شخصیات اور مقاماتِ مقدسہ کا احترام کریں، میل جول کے دوران ایسے موضوعات پر گفتگو کرنے سے گریز کریں جو نزاع کا باعث بنیں۔ دوسروں کے غلط نظریات و شخصیات کو جب ہم برا بھلا کہیں گے تو وہ ہمارے درست نظریات اور شخصیات کو برا بھلا کہیں گے۔ جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ[6]

ترجمہ: اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا، پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ تعالیٰ کو بے ادبی سے بغیر سمجھے۔

علمی اور تحقیقی تناظر میں معقول طریقے سے کسی کی اصلاح کرنا یا کسی کو اسلام کی دعوت دینا بالکل درست ہے مگر کسی پر جبر کرنا یا اس کی ذات کی تحقیر کرنا یا اس کے پیشواؤں کی توہین کرنا اللہ تعالیٰ نے کسی مقام پر بھی اس کی اجازت نہیں

---

[6] الانعام:108

Al-Inaam:108.

دی ہے۔اسلام کا مقصود یہ ہے کہ مخاصمت کی بجائے مفاہمت کی پالیسی اپنائی جائے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

> "آیت سے مبلغین اسلام کی تربیت مقصود ہے تاکہ وہ اسلام کی دعوت پوری شائستگی اور متانت سے پہنچانے کے لئے تیار ہو جائیں،انہیں حکم دیا کہ مشرکین کے باطل خداؤں کو برا نہ کہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مشتعل ہو کر تمہارے معبود برحق کی جناب میں گستاخی کرنے لگیں"۔[7]

مبلغینِ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں کے ساتھ گفتگو کرنے ،انہیں دین کی دعوت دینے اور ان کے ساتھ بحث و مباحثہ کرنے کے آداب بھی سکھائے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب بھی ان کے ساتھ بحث کرو تو احسن انداز کے ساتھ تاکہ وہ تمہارے اندازِ دعوت سے متاثر ہو سکیں۔جبر و کراہت کسی مسئلہ کا حل نہیں ہے اور نہ ہی اس طرح دین کی کوئی خدمت کی جا سکتی ہے اور نہ ہی معاشرے میں امن کا قیام عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَهُنَا وَإِلَهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ [8]
>
> ترجمہ: اور اہلِ کتاب کے ساتھ بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقہ کے ساتھ، سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہوں، اور ان سے کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اس چیز پر جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اس چیز پر جو تمہاری طرف بھیجی گئی تھی، ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ اسلام کو حکم دیا ہے کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ لین دین اور دیگر معاملات میں حسن سلوک کے ساتھ پیش آئیں اور ان کے ساتھ بھلائی کرتے رہیں جب تک کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی، ظلم و ستم اور اعلانیہ دشمنی نہ کریں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[7] الازہری، محمد کرم شاہ، **ضیاء القرآن**، (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 1997ء)، ج:1، ص:590

Al-Azhari , Muhammad Karam Shah, Zia-Ul-Quran , (Lahore: Zia-Ul-Quran Publications 1997) Vol:1,P:590.

[8] العنکبوت:46

Al Ankaboot:46

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ 0 إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ[9]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ نہ کرو جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ وہ تمہیں جس بات سے روکتا ہے وہ تو یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے، ایسے لوگوں سے جو دوستی کرے وہی ظالم ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح انداز میں فرمایا ہے کہ جب تک غیر مسلم تمہارے ساتھ عہد شکنی نہ کریں یا تمہارے ساتھ اعلانیہ عداوت پر نہ اتر آئیں اور تمہیں تمہارے گھروں سے بے گھر نہ کردیں تم ان کے ساتھ بھلائی ہی کرو۔ بھلائی کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ قرافی لکھتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم غیر مسلموں کے کمزور لوگوں کے ساتھ نرمی کریں، ان کے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کریں، ان کے بھوکوں کو کھانا کھلائیں، بے لباسوں کو کپڑے پہنائیں، ان سے نرم لہجے میں بات کریں، ان پر خوف وذلت مسلط نہ کریں، ان کے پڑوس میں رہتے ہوئے اگر ان سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر صبر کریں، ان کی ہدایت کے لئے دعا کریں۔ دین و دنیا کے تمام معاملات میں ان کے ساتھ خیر خواہی کی جائے۔ ان کی غیر موجودگی میں ان کی عزت، مال و متاع اور اہل و عیال کی حفاظت کی جائے، الغرض ان کے تمام حقوق کا تحفظ کیا جائے اور جو دستِ ظلم ان کی طرف بڑھے اس کو روکا جائے"۔[10]

---

[9] الممتحنہ:8،9

Al Mumtahinah:8-9.

[10] قرافی، شہاب الدین، **الفروق**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، س۔ن) ج:2، ص:435

Qaraafi , Shab-Ul-Deen , Al Farooq,(Beruit: Dar-Ul-Kutub Al Ilmiah) Vol:2,P:435.

غیر مسلم دو طرح کے ہیں ایک وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کریں، قتال کریں یا ان کے خلاف بغاوت و عداوت پر اتر آئیں اور دوسرے وہ جو پر امن رہیں اور مسلمانوں کے ساتھ معاملات باہمی رواداری کے ساتھ جاری رکھیں ان میں فرق کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو پر امن ہیں ان کے ساتھ مفاہمت، رواداری، حسن سلوک اور احسان کا معاملہ کرو۔ بین المذاہب رواداری اور احترامِ مذاہب کے حوالے سے اسلام کا یہ روشن اصول ہے کہ جو امن کے خواہش مند ہیں ان کے ساتھ پر امن رہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ [11]

ترجمہ: اگر وہ غیر مسلم (تمہارے دشمن) صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کے لئے تیار ہو جاؤ، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو، بے شک وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

غیر مسلموں میں بھی جو اہلِ کتاب ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے زیادہ نرمی برتنے اور باقی کفار کی نسبت ان کے ساتھ زیادہ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسلام نے اہلِ کتاب کے ساتھ رواداری اور وسعتِ نظری کا زیادہ مظاہرہ کیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اسلام میں اہلِ کتاب کے کھانے اور ذبیحوں کو جائز قرار دیا ہے اور ایک مسلمان مرد کو کتابی عورت سے شادی کی بھی اجازت دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ [12]

ترجمہ: اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔ اور حلال ہیں تمہارے لئے پاک دامن عورتیں مسلمان عورتوں میں سے اور پاک دامن عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ جو اہلِ کتاب کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح کی حلت بیان فرمائی ہے یہ واضح طور پر باہمی رواداری اور احترامِ مذاہب کی علامت ہے اور کھانے پینے میں شراکت اور باہمی شادی بیاہ سے حسنِ

---

[11] الانفال:61

Al Infaal:61.

[12] المائدہ:5

Al Maidah:05.

معاشرت، محبت اور امن و آشتی بڑھتی ہے۔ اسلام کا خوبصورت مزاج یہ ہے کہ وہ مذہبی آزادی کو تسلیم کرتا ہے اور ہر فرد کو مکمل آزادی عطا کرتا ہے کہ وہ اپنی فکر، فہم و فراست اور نظریات کے مطابق جو مذہب چاہے جو عقیدہ چاہے اختیار کرے۔ اسلام نے کبھی بھی کسی بھی دور میں اپنے مخالفین کو جبر، زورِ طاقت یا تلوار کی دہشت سے اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا، کیونکہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ [13]

ترجمہ: دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں۔ ہدایت گمراہی سے بالکل الگ ہو چکی ہے۔ جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لے آیا اس نے مضبوط رسی پکڑ لی جو ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

علامہ جصاص اس آیت کریمہ کے شانِ نزول میں لکھتے ہیں کہ:

"یہ آیت کریمہ انصار کے بعض بیٹوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو یہودی تھے، اور ان کے مسلمان آباء انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا چاہتے تھے۔ اس کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ خبر کی صورت میں امر ہے"۔ [14]

اس سے بڑھ کر اسلام میں مذہبی آزادی اور کیا ہو سکتی ہے کہ عقیدہ کی بنیاد فہم و فراست پر ہے نہ کہ جبر و اکراہ پر اور حکم یہ ہے کہ مبلغ و داعیِ حق ذکر و نصیحت اور مواعظ حسنہ سے لوگوں کو دین کی طرف بُلائے۔ لہٰذا اگر کسی پر تنقید کرنی ہو یا اس کو اپنے دین کی دعوت دینی ہو تو نرمی کے ساتھ اور حکمت کے ساتھ دینی چاہیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ [15]

---

[13] البقرہ:256

Al Baqrah:256.

[14] جصاص، ابو بکر احمد بن علی، الرازی، **احکام القرآن**، (بیروت: دار احیاء التراث)، ج:2، ص:168

Jasaas,Abu Bakar Ahmad Bin Ali Al Razi, Ahkaam-Ul-Quran,(Beruit: Dar Ikhya-Ul-TuRaas)Vol:2,P:168.

[15] النحل:125

Al Nahal:125.

ترجمہ: اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھے انداز میں نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے بحث و مباحثہ اور اختلاف رائے بھی اچھے طریقہ سے کرو۔

باہمی رواداری، حلم و بردباری اور برداشت نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا خصوصی امتیاز ہے۔ رسول اللہ ﷺ غیر مسلموں کے ساتھ انتہائی نرم مزاج اور ان کے معاملات پر صبر و برداشت کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کے اس امتیازی وصف کو بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ [16]

ترجمہ: یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم خو ہیں اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے، سو ان سے در گزر کریں ان کے لیے مغفرت چاہیں اور معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہیں، پس جب آپ فیصلہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کریں بیشک اللہ اپنے اوپر بھروسہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ باہمی رواداری، احترامِ مذاہب اور قیامِ امن کی ضامن ہے۔ نبی کریم ﷺ نے شعب ابی طالب کی گھاٹی، ہجرتِ حبشہ، سفر طائف، میثاقِ مدینہ، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے مواقع پر جس طرح احترامِ مذاہب، مذہبی رواداری اور صبر و برداشت کا جس طرح مظاہرہ کیا تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس مواقع کے علاوہ بھی آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ جس رواداری، وسعتِ قلبی و نظری اور حسنِ سلوک کا عملی نمونہ پیش فرمایا، کائنات کا کوئی مذہب، کوئی قوم اور کسی مذہب کا پیشوا، ایسی مثال نہ پیش کرسکا نہ آئندہ کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ اہلِ کتاب اور دیگر غیر مسلم اگر بیمار ہو جاتے تو ان کی عیادت کرتے، جب وہ ملتے تو ان کی تعظیم کرتے، کوئی بھی معاملہ ہوتا ان سے بھلائی کرتے، ان سے تحائف کا تبادلہ کرتے اور جب ضرورت پڑتی ان کے ساتھ تجارتی لین دین بھی کرتے۔ جیسا کہ امام حسن بن الشیبانی لکھتے ہیں کہ:

---

[16] آل عمران:159

Al Imraan:159

ایک دفعہ قحط کے دوران رسول اللہ ﷺ اہلِ مکہ کو پانچ سو دینار بھیجے کہ وہ ان کو اپنے غرباء میں تقسیم کر دیں، حالانکہ اس سے قبل آپ ﷺ نے اہلِ مکہ سے کس قدر اذیتیں اٹھائی تھیں۔[17]

اسی طرح حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک یہودی گھرانے کو صدقہ دیا کرتے تھے ،اس معمول کو بعد میں صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے وصال کے بعد جاری رکھا۔[18]

بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ غیر مسلم آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ زید بن سعنہ نامی ایک یہودی نبی کریم ﷺ سے اپنے قرض کا مطالبہ کرنے آیا اور اس نے آکر آپ ﷺ کے گریبان سے چادر پکڑی اور زور سے کھینچ کر گالیاں نکالنے لگا، ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کے خاندان اور اجداد کو بھی برا بھلا کہنے لگا، سیدنا عمر فاروق نے جب یہودی کی اس بدسلوکی کو دیکھا تو فرمایا: اے اللہ تعالیٰ کے دشمن! رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمہاری یہ بدکلامی و بے باکی میں دیکھ رہا ہوں، اللہ کی عزت کی قسم اگر مجھے رسول اللہ ﷺ کی ملامت کا خوف نہ ہوتا تو میں تمہارا سر قلم کر دیتا۔ نبی کریم ﷺ نے اطمینان کے ساتھ حضرت عمر کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے عمر! مجھے اور اس یہودی کو سب سے زیادہ ضرورت اس وقت یہ ہے کہ تم مجھے حسن ادائیگی اور اس کو حسنِ تقاضا کی تلقین کرو اور مزید فرمایا کہ اے عمر اس یہودی کو ساتھ لے جاؤ اور اس کا قرض ادا کرو اور 20 صاع کھجور زیادہ دے دو۔ یہودی نے جب نبی کریم ﷺ یہ کریمانہ رویہ دیکھا تو پکار اٹھا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ یقینا اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔[19]

صبر و تحمل، حلم و بردباری، اعلیٰ اخلاق اور باہمی رواداری کی یہ عظیم مثال اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ ہی بین المذاہب رواداری کے فروغ کے لئے غیر مسلموں سے پیار کا سلوک برتا

[17] الشیبانی، محمد بن حسن، **شرح السیر الکبیر**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1997ء)، ج:1، ص:70

Al Shibani, Muhammad bin Hassan, Sharah Al Saiyar Al Kabeer (Beruit: Dar-Ul-Kutub Al Ilmiah 1997),Vol:1,P:70.

[18] ابو عبید قاسم بن سلام، **کتاب الاموال**، (بیروت: دار الفکر، س-ن) ص:728

Abu Ubaid Qasim Bin Sallam, Kitab-Ul-Amwaal, (Beruit:Dar-Ul-Fikar),P:728.

[19] البیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، **دلائل النبوۃ**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1408ھ)، ج:6، ص:280

Al Behqi, Abu Bakar Bin Hussain, Dalail-Ul-Nabowat , (Beruit: Dar-Ul-Kutub Al Ilmiah 1408H) vol:6,P:280.

ہے۔ آپ ﷺ شریعتِ اسلامیہ کے دائرے میں رہ کر غیر مسلموں سے تمام تر سماجی روابط رکھتے تھے۔ مشرکین مکہ جیسے بدترین دشمنوں کے ساتھ بھی معاہدات کیئے۔ مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ اور دیگر مضافات میں بسنے والے قبائل کے ساتھ بھی ریاست کے امن اور بین المذاہب رواداری کو فروغ دینے کے لئے معاہدات کیئے۔ قرابت داری کا لحاظ رکھتے اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی تیمار داری کرتے جیسا سیدنا انس سے۔ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ جب بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ وہ اس کی زندگی کی آخری گھڑیاں تھیں، رسول اللہ ﷺ کی زبان حق سے اس نے اسلام قبول کیا اور اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔[20] حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ کی والدہ قتیلہ ایک مشرکہ عورت تھی، ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو تاکید فرمائی کہ ان کا تحفہ قبول کریں اور انہیں اپنے گھر بھی آنے کی اجازت دیں۔ مزید ارشاد فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔[21] اسی طرح نجران کے عیسائیوں کا 60 رکنی وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور بڑے خاص اہتمام کے ساتھ خود ان کی مہمان نوازی فرمائی۔[22] غیر مسلم حکمرانوں کو نبی کریم ﷺ خود تحائف بھیجا کرتے تھے اور جب وہ بھیجتے تو آپ ﷺ قبول فرمایا کرتے تھے۔[23]

رسول اللہ ﷺ کے عہدِ پاک میں غیر مسلم رعایا کی حیثیت سے پہلا معاملہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیش آیا۔ آپ ﷺ نے ان کے جو حقوق بیان فرمائے وہ باہمی رواداری اور احترامِ مذاہب کی بے نظیر مثال ہے۔ آپ ﷺ نے ان کے حقوق کے متعلق لکھوایا:

[20] بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، **صحیح بخاری**، (دار الطوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب الجنائز، ج:2، ص:94، رقم الحدیث:1356

Bukhari, Muhammad Bin Ismaeil , Abu Abdullah, Al Jamey Al Sahi , (Dar-Ul-Tooq Al Nijah 1422H) Kitab-Ul-Janaiz, vol:2, P:94, Hadith No:1356.

[21] شوکانی، محمد بن علی، **نیل الاوطار**، (بیروت: دار الفکر العلمیہ، 1413ھ)، ج:6، ص:106

Shokaani , Muhammad Bin Ali, Nail-Ul-Otaar , (Beruit: Dar-Ul-Fikar Al Ilmiah,1413H) Vol:6,P:106.

[22] فقری، علامہ، **خزینہ اخلاق**، (لاہور: شبیر اینڈ سنز، 1996ء)، ص:115

Faqri, Allam, Khazinah Akhlaaq , (Lahore: Shabir & Sinz 1996),P:115.

[23] بخاری، **الجامع الصحیح**، ج:5، ص:324

Bukhari, Al Jamey Al Sahi,Vol:5,P:324.

" نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، ان کا مذہب، ان کی جائیدادیں، ان کا مال، ان کی موجود اور غائب، ان کے وفد، ان کے قاصد اور ان کی عورتیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی امان میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی کمی نہ کی جائے اور نہ ہی ان کے حقوق میں دست اندازی کی جائے اور نہ ان کی مورتیں بگاڑی جائیں، کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے، کنیسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدے سے نہ ہٹایا جائے اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضے میں ہے اسی طرح رہے گا۔ ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم کا بدلہ ان سے اب نہیں لیا جائے گا، نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ہی ان پر ظلم کیا جائے گا"۔[24]

مذکورہ بالا چند واقعاتِ سیرت سے یہ بات اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ اسلام صلح، باہمی رواداری، امن وسلامتی، صبر و تحمل، برداشت اور احترام انسانیت کا درس دیتا ہے۔ اسلام دوسروں کو مکالمے، حسن سلوک اور دلیل کی بنیاد پر دین کی دعوت دیتا ہے، نفرت، گالم گلوچ اور تذلیل کے ذریعے دعوتی عمل کو فروغ دینے کا اسلامی دعوتی اسلوب بالکل نہیں۔ فرمان الٰہی اور نبی رحمت، محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ کی یہ تعلیمات امن وسلامتی کی ضامن اور انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ آج دنیا میں تحمل و برداشت، امن وسلامتی کے قیام، مذاہب کے درمیان مکالمے اور مذہبی رواداری کے فروغ کے لیے انسانیت کو اسلام اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے دامن رحمت اور اسوۂ حسنہ سے رہنمائی لینی ہوگی کہ بلاشبہ یہی احترام انسانیت کا منشور اور امن وسلامتی کی حقیقی ضامن ہیں۔

معاصر استیصال امن میں فرقہ واریت اور مذہبی منافرت کا کردار

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں فرقہ واریت کے لئے لفظ تفرق کا استعمال فرمایا ہے۔ قرآن وسنت کی نصوص قطعیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تفریق، افتراق واختلاف ممنوع ہے اور یہ امت کے اتحاد اور ریاست میں قیام امن کے منافی ہے۔ اس وقت دنیا بھر میں مسلمان جن مصائب و آلام اور آفات کا شکار ہیں ان کا سب سے بڑا سبب امت کی تفریق و تقسیم ہے۔ امت محمدیہ پر اگر نگاہ دوڑائی جائے تو اتحاد کا شیرازہ بکھرا ہوا نظر آتا ہے۔ یوں تو ہمارے درمیان سیاسی، لسانی، نسبی، وطنی و طبقاتی تفریق بھی موجود ہے مگر سب سے زیادہ خطرناک تقسیم و تفریق مذہبی فرقہ واریت اور

---

[24] البلازری، احمد بن یحیٰ، **فتوح البلدان**، (القاہرہ: دار النشر، 1956ء)، ص: 87

Al Balaazri, Ahmad Bin Yakhyah, Fatooh-Ul-Baldaan, (Qahirah: Dar-Ul-Nashar 1956),P:87.

منافرت ہے۔اختلافات اس قدر شدت اختیار کرگئے ہیں کہ ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی تکفیر کرنے میں لگا ہوا ہے اور یہاں تک کہ سب و شتم اور قتل و غارت گری بھی جاری ہے۔آج امت مسلمہ کئی فرقوں میں بٹ چکی ہے اور مسلمان ایک دوسرے کی بربادی پر شرمسار ہونے کی بجائے خوشی و مسرت کا اظہار کر رہے ہیں۔پاکستان میں یہ فرقہ واریت بہت زیادہ خطرناک صورت حال اختیار کرچکی ہے۔الامان والحفیظ۔ذیل میں اس کی وجوہات اور سدباب بیان کیا گیا ہے۔

بانی اسلام،ہادی برحق ﷺ نے تو اخوت، مساوات اور برداشت کی وہ تعلیم دی کہ جس کی دنیا آج بھی معترف ہے۔ افسوس تو اس امر پر ہے کہ ہم نے خود ہی اپنی ساخت کو نقصان پہنچایا،اخوت و مساوات اور برداشت کو ختم کرکے فتنہ و فساد کو جگہ دی۔ مشہور رائٹر ایچ۔جی۔ویلز رسول اللہ ﷺ کے قائم کردہ مثالی پرامن معاشرے کے قیام کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے:

> "Although the sermons of human freedom fraternity and equality were said before also and we find a lot of them in Jesus of Nazareth but it must be admitted that it was Muhammad who for the first time in history established a society based on these principles[25]".

یعنی: اگرچہ دنیا میں پہلے بھی انسانی اخوت، مساوات اور حریت کے وعظ تو بہت کیے گئے ہیں اور ایسے وعظ مسیح ناصری علیہ السلام کے ہاں بھی ملتے ہیں۔لیکن یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ یہ حضرت محمد (ﷺ) ہی تھے جنھوں نے تاریخ انسانی میں پہلی بار ان اصولوں پر ایک پرامن معاشرہ قائم فرمایا۔

مسلمانوں نے جب اللہ تعالیٰ کے فرمان اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور سیرت کو چھوڑ دیا تو وہ آپس میں حد سے زیادہ اختلافات کی بنیاد پر لڑنے لگے اور یہ تفریق، نفرت اور لڑائی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے تھی۔جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یوں اشارہ دیا ہے:

وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ [26]

---

[25] H. G. Wells (21 September 1866 – 13 August 1946) English author, historian, teacher, and journalist.

[26] الشوریٰ:14

Al Shoorah:14.

ترجمہ: اور انہوں نے تفرقہ پیدا نہیں کیا مگر اس کے بعد کے ان کے پاس علم آگیا تھا (اور یہ تفرقہ) آپس کی ضد کی وجہ سے

گویا یہ تفریق و تقسیم دنیاوی حرص، اقتدار کی لالچ اور مذہبی انتہا پسندی کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے واضح انداز میں تفرقہ بازی سے منع کیا ہے اور اس کے وبال کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ[27]

ترجمہ: جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ان سے آپ (ﷺ) کا کوئی تعلق نہیں ہے ان کا معاملہ خدا کے حوالے ہے پھر وہ انہیں ان کے اعمال سے باخبر کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ جو امت میں تفریق ڈالنے والے ہیں ان کا نبی کریم ﷺ سے کوئی تعلق نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے امت پر واضح فرمادیا کہ تم نے میرے بعد تفرقہ میں نہیں پڑنا بلکہ اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ کرنا ہے۔ اس اتحاد کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی طرف بھی توجہ مبذول کروائی کہ تم اللہ کی رسی کو کو مضبوطی سے تھامے رکھنا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا [28]

اور تم سب اللہ تعالیٰ کی رسی (القرآن الکریم) کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔

بے شک آج پوری دنیا میں مسلمان جہاں کہیں بھی پریشانی کا شکار ہیں یا اسلامی ریاستوں میں فرقہ واریت کی لعنت عام ہے اس کی اصل وجہ قرآن حکیم سے دوری اور اس کی تعلیمات کو پس پشت چھوڑنا ہے۔ حالانکہ قرآن حکیم ہدایت کا ذریعہ ہے اور یہی ہمیں فلاح کی منزل تک پہنچانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جسے حبل اللہ قرار دے کر ہمیں مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا، ہم نے اسے صرف چند مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہر کوئی اپنے مقاصد کی آیات لے کر اپنے مؤقف کی تائید حاصل کرتا ہے، کوئی اس کو اٹھا کر جھوٹی گوائیاں دیتا ہے، کوئی گھر میں خیر و برکت کے لئے تلاوت کرتا

---

[27] الانعام:159

Al Inaam:159.

[28] آل عمران:103

Al Imraan:103.

ہے تو کوئی موت کی آسانی کے لئے یٰسین پڑھتا ہے اور کوئی مردہ کی بخشش کے لئے قرآن تلاوت کرتا ہے مگر صد افسوس اللہ تعالیٰ نے جو ضابطہ حیات ہمیں عطا فرمایا ہماری دارین کی فلاح کے لئے، ہم نے اسے مخصوص مقاصد کے لئے رکھ چھوڑا۔ علامہ اقبالؒ نے اسی کیفیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بہ بندِ صوفی و ملا اسیری

حیات از حکمتِ قرآن نگیری

بہ آیاتش ترا کار جزایں نیست

کہ از یٰسین او آساں بمیری

اللہ تعالیٰ کی پناہ! بروزِ قیامت جب رسول اللہ ﷺ ہماری اس حالت پر اللہ تعالیٰ کے حضور شکایت کریں گے تو اس وقت عذابِ الٰہی سے کون بچائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا [29]

ترجمہ: اور جب رسول ﷺ کہیں گے اے رب! میری قوم نے اس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں سابقہ امتوں کی مثالیں دے کر بھی سمجھایا کہ تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنھوں آپس میں اختلاف کیا اور فرقوں میں بٹ گئے، اور ان کے لئے میں نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ[30]

ترجمہ: اور (خبردار) کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہیں ہو جانا جو (مختلف فرقوں میں) بٹ گئے، اور وہ باہم اختلاف میں پڑ گئے، اس کے بعد کہ آچکیں تھیں ان کے پاس (ان کے رب کی جانب سے واضح اور) کھلی ہدایت، اور ایسے لوگوں کیلئے بہت بڑا عذاب ہے۔

---

[29] الفرقان:30

Al Furqaan:30.

[30] آل عمران:105

Al Imran:105.

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا حوالہ دیتے ہوئے بھی ارشاد فرمایا کہ تم ان کی طرح نہ ہو جانا جو گروپ بندی کا شکار ہوئے اور اختلافات پر راضی ہو گئے۔ارشاد فرمایا:

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ0 مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ [31]

ترجمہ: (تم فطرت الٰہیہ کی اتباع کرو) اسی کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز قائم کرو اور کبھی ان مشرکوں سے نہیں ہو جانا۔ جنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اپنے دین کو اور وہ مختلف گروہ (اور گروپ) بن گئے ہر فرقہ اپنے اسی طریقے پر نازاں (اور اسی میں مست و مگن) ہے جو اس کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ امت میں اتفاق واتحاد اور باہمی رواداری اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب مسلمان دل میں خدا خوفی پیدا کریں، صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہوں، قرآن حکیم کی تعلیمات کو مضبوطی سے تھام لیں اور رسول اللہ ﷺ کے دامن کرم سے وابستہ ہو جائیں۔اس کے برعکس اگر ہر شخص اپنی خواہشات کا پیرو بن جائے اور اپنے نظریات کو ہی درست اور واجب الاتباع قرار دے اور دوسروں کی رائے کا بالکل احترام نہ کرے تو نہ ہی امت متحد ہو سکتی ہے اور نہ ہی پاکستان میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

فرقہ واریت امن کی قاتل ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اسی لئے اپنے عمل سے اتحاد واتفاق، اخوت اور رواداری کو فروغ دیا۔نبی کریم ﷺ نے فرقہ واریت کی نفی کی ہے اور امت میں اس کے پیدا ہونے کے خدشات بھی ظاہر فرمائیں ہیں۔سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«تَفَرَّقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ أَوْ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَالنَّصَارَى مِثْلَ ذَلِكَ، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً»[32]

---

[31] الروم:32،31

Al Room:31-32.

[32] ترمذی، ابو موسیٰ بن عیسیٰ، امام، **السنن**، (لاہور: نعمانی کتب خانہ، س۔ن)، ج:2، ص:540

Tirmazi, Abu Moosa Bin Eisa ,Al Sunan (Lahore: Nomani Kutub Khana)Vol:2,P:540.

یعنی: یہود اکہتّر، بہتّر فرقوں میں بٹ گئے اور نصاریٰ بھی اسی طرح اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

جامع ترمذی کی ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے امت کے اس وبال کا ذکر کرتے ہوئے ان پر عذاب و عتابِ الٰہی کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً»، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي»[33]

یعنی: اور بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتّر فرقوں میں تقسیم ہو گی، سب جہنمی ہیں سوائے ایک فرقہ کے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں (یعنی کتاب وسنت پر)

مسلمان رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان پر غور کریں اور اتحاد و یگانگت کی طرف توجہ دیں۔ نبی کریم ﷺ نے سب فرقوں کو جہنمی قرار دیا ہے سوائے اس کے جو آپ ﷺ کے راستے پر عمل کرے گا۔ اور نبی کریم ﷺ کا راستہ، باہمی رواداری، امن پسندی، اتحاد واتفاق، بردباری، صبر و تحمل اور ایک دوسرے کے نظریات و اختلافات کے احترام کا راستہ ہے۔ اختلافِ رائے ایک فطری عمل ہے جو کہیں بھی کسی بھی قوم اور مذہب میں ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے لوگوں میں اختلافات کا ہونا یہ ایک طبعی امر ہے مگر اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ایک دوسرے کے اختلافات واعتقادات کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے۔ اسلام میں شورائیت کا نظام اسی لئے قائم کیا گیا ہے تاکہ جب لوگوں میں اختلاف ہو جائے تو بصیرت کے ساتھ فیصلہ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں بھی انتظامی و تجرباتی معاملات میں اختلاف کیا گیا مگر اختلاف کو تفریق کا باعث نہیں بنایا گیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے بعد نئے پیش آنے والے دینی امور اور اجتہادی مسائل میں بھی اختلاف ہوا اور پھر بعد میں تابعین و تبع تابعین کے ادوار میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ بعض مسائل میں حلال وحرام تک میں اختلاف ہوا مگر انہوں نے اس اختلاف کو فرقہ واریت کے رنگ میں نہیں ڈھالا اور نہ ہی ان اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے کی تکفیر کی گئی اور نہ ہی کسی کو سب وشتم کیا گیا بلکہ وہ لوگ تو ایک دوسرے

---

[33] ایضاً، ص:541

Ibid,P:541.

کے تنوع علم سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ ہمیں بھی آج امن کی بحالی اور باہمی رواداری کے فروغ کے لئے اپنے متقدمین کے اصولوں کو اپنانا ہوگا اور اپنے اندر سے اختلافات کو مٹا کر اور ایک دوسرے کی تکفیر کرنے کی بجائے برداشت اور احترامِ مذاہب کو رواج دینا ہوگا۔

پر امن پاکستان کے لئے آج کے دور میں درپیش مسائل کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں

امن انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے۔اس کے بغیر نہ تو کوئی ریاست قائم رہ سکتی ہے اور نہ ہی وہ آگے ترقی کی طرف گامزن ہو سکتی ہے۔ معاشرتی ترقی اور بقاء کا راز امن میں مضمر ہے اسی لئے جد الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب کعبۃ اللہ کی تعمیر فرمائی تو اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے امن کی دعا مانگی تھے۔

امن کا مفہوم

امن کا مفہوم بیان کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

" طمانينة النفس و زوال الخوف، والامن والامانة والامان فی الاصل مصادر"[34]

یعنی امن سے مراد نفس کا مطمئن ہونا اور خوف کا زائل ہونا ہے۔اور امن، امانۃ اور امان سب اصل میں مصدر ہیں۔

علامہ ابن منظور الافریقی امن کے متعلق لکھتے ہیں:

"الامن ضد الخوف"[35] یعنی امن خوف کی ضد ہے۔

قرآن حکیم میں بھی امن خوف اور دہشت کی ضد کے معنی میں آیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ امن ہر دور کی اولین ضرورت رہا ہے۔ امم ماضیہ میں بھی انبیاء علیہم السلام اس کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور وہ اتحاد ،امن، صلح اور دین فطرت کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جو امن کے لئے دعا فرمائی اس کو قرآن حکیم نے بطور استحصان یوں بیان فرمایا ہے:

---

[34] راغب اصفہانی، **مفردات القرآن**،(بیروت: دار القلم،1430ھ)،ص:90

Raghab Asfahani, Mufradaat-Ul-Quran (Beriut:Dar-Ul-Qalam 1430H) P:90.

[35] ابن منظور، **لسان العرب**،ج:13،ص:21

Ibn-e-Manzoor,Lisaan-Ul-Arab,Vol:13,P:21.

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا [36]

ترجمہ: اور جب کہا ابراہیم نے اے اللہ اس شہر کو امن والا بنا دے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ایک صفاتی نام امین ہے جو امن سے نکلا ہے۔ کسی بھی معاشرے میں جب فرقہ واریت، دہشت گردی، قتل و غارت اور نفرت نہ ہو تو اس کو امن کہتے ہیں۔ اس لئے پاکستان میں قیام امن کے لئے ضروری ہے کہ انتشار، فتنہ و فساد، لڑائی جھگڑا، گالم گلوچ، قتل و غارت اور مذہبی منافرت کا خاتمہ کیا جائے۔ موجودہ دور میں پاکستان کے اندر بدامنی کی بہت ساری وجوہات ہیں جن میں سے چند اہم یہ ہیں:

1۔ دین سے دوری: آج ہم قرآن سے دور ہوتے جا رہے ہیں، جیسا کہ گذشتہ بحث میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہم قرآن مجید کو ضابطہ حیات کے طور پر نہیں لیتے بس حصولِ برکت اور اپنے دنیاوی مفاد کے لئے پڑھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح اپنے مثالی اسوہ حسنہ سے اقوامِ عالم میں انقلاب برپا کیا اور اسلام کی پہلی ریاست، ریاست مدینہ میں عدل و انصاف اور مساوات و اخوت کا علم بلند کر کے امن کی مثال قائم کر دی۔ ہم نے اس عظیم اسوہ پر عمل نہیں کیا اور بجائے اخوت قائم کرنے کے ہم نے تفریق و تقسیم کی اور آپس میں نفرتوں، قتل و غارت گری اور سب و شتم کو رواج دیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی سرِ عام مخالفت کی کہ اس کی رسی کو مضبوطی سے نہیں تھاما اور تفرقہ میں مبتلا ہو گئے۔

2۔ مذہبی عصبیت: پاکستان میں بدامنی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم مذہبی تعصب کا شکار ہیں۔ ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کرنے کی بجائے نفرت کرتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ نے 622ء میں میثاق مدینہ (یہودیوں کے ساتھ معاہدہ) کے ذریعے پرامن فلاحی معاشرے کا نظریہ دیا۔ جس کی برکت سے مدینہ کے متحارب قبائل اوس و خزرج میں امن قائم ہوا۔ عیسائیوں کو مدینہ کی مسجد میں قیام اور عبادت کی اجازت دی، اس طرح مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان احترامِ مذہب کی بنیاد ڈال دی۔ مہاجرین مکہ جن میں بنوہاشم اور بنوامیہ کے افراد تھے ان میں ”نظام مواخات“ قام کر کے باہمی رواداری کی بنیاد رکھی۔ یہودیوں کے قبائل بنو قینقاع، بنو نفیر، بنو قریظہ، سے سماجی مواخات، احترامِ مذاہب اور ہم آہنگی کر کے اجتماعی نظام فلاح و اصلاح معاشرہ کا انقلابی تصور پیش فرمایا۔

---

[36] البقرہ:126

Al Baqrah:126.

3۔ سیاسی بصیرت کی کمی: بدامنی کی ایک بڑی وجہ ملک پاکستان میں جتنی بھی سیاسی پارٹیاں ہیں ان کے اندر فہم و فراست کی کمی ہے۔ یہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر امن کی بحالی اور پاکستان کو ایک فلاحی ریاست بنانے کی بجائے آپس میں تعصب کا شکار ہیں اور ایک دوسرے کو ذرا برابر بھی برداشت نہیں کرتے سوائے جس جگہ اپنا کوئی ذاتی مفاد نکل آئے۔ اس لئے سیاسی پارٹیاں اپنے ذاتی مفادات کو چھوڑ کر وطن کے مفاد میں سوچیں اور ملک کو حالت جنگ سے نکال کر ایک پرامن ریاست بنانے کے لئے قرآن وسنت کے منشور پر عمل کریں۔

4۔ عدم برداشت: بدامنی کی ایک وجہ عدم برداشت بھی ہے کیونکہ ریاست میں اس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک اس کے باشندے آپس میں ایک دوسرے کو برداشت نہ کریں۔ کسی بھی معاشرے میں اختلافات ضرور پائے جاتے ہیں مگر معاشرتی حسن یہ ہے کہ ایک دوسرے کے اختلافات کا احترام کریں اور دوسروں پر مہربانی کا رویہ روا رکھیں۔ ہم جس وقت غصہ میں آتے ہیں تو دوسروں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، برداشت بالکل ختم ہو جاتی ہے حالانکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسلام امن و سلامتی کا نام ہے۔ مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده»[37]

یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ و مامون ہوں۔

اس لئے ہم اپنے اندر برداشت پیدا کریں اور دوسروں کے دین، نظریات اور عقائد کا احترام کریں اس سے خطے میں امن آسانی سے قائم ہو جائے گا۔

5۔ علماء کی عدم دلچسپی: امن کی بحالی میں ایک داعی، مبلغ اور واعظ کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں عوام الناس علماء کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور ان کی تعلیمات پر اکثریت عوام عمل بھی کرتی ہے۔ ہمارے علماء کرام اس دلچسپی سے قیام امن کے لئے کوشاں نہیں ہیں جیسا کہ معمولات نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کے تھے۔ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لئے انقلابی اقدامات کی ضرورت ہے۔ فرقہ واریت اور مذہبی منافرت کا مکمل خاتمہ کرکے باہمی رواداری اور ایک دوسرے کے مذاہب کا احترام کرنا ہوگا، اس کے لئے علماء کرام علمی و فکری مسائل کو فرقہ واریت کا سبب

---

[37] مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم**، (سعودی عرب: دارالسلام) کتاب الایمان، ج:1، ص:65، رقم الحدیث 41
Muslim Bin Al Hajaaj , Sahi Muslim (Saudi Arab :Dar-Ul-Salam)Kitab-Ul-Iman,Vol:1,P:65,Hadith:41.

نہ بننے دیں اور تحقیقی و تدریسی باتوں کو چوک چوراہوں میں بیان کرنے سے گریز کریں۔ مذہبی اختلافات بالخصوص مسلکی اختلافات کے آداب میں اکابر علماء و اسلاف امت کی روایات کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں جو باہمی احترام و تعاون سے موسوم و عبارت ہیں۔ دیگر مذاہب کا احترام کریں اور جہاں انہیں اسلام کی دعوت دیں وہاں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ اپنا مثالی کردار بھی پیش کریں۔

انہیں درخشاں اصولوں کے تحت اسلامی معاشرہ پر امن رہا اور آج بھی ہم انہی اصولوں سے اکتسابِ فیض کرتے ہوئے پر امن پاکستانی معاشرے کی تکمیل کا سفر جاری رکھیں تو یقیناً بہت زیادہ مثبت نتائج حاصل ہوں گے۔

خلاصہ بحث

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کا احترام کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ معاشرے میں امن قائم رہے۔ اس امن کی بحالی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے رہنمائی فرمائی ہے کہ مذہبی، سماجی، سیاسی اور معاشرتی رواداری کو فروغ دیا جائے۔ اس امر کے لئے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور عملی کوششوں کو بطور استحسان و تعریف بھی اسی لئے ذکر کیا گیا ہے کہ امت اس سے استفادہ کرے۔ امن کی ضد خوف ہے اور خوف اس وقت پیدا ہوتا ہے جب معاشرے میں عدمِ برداشت کا ماحول پیدا ہو اور لوگ ایک دوسرے کے نظریات سے اختلاف کرکے سب و شتم اور قتل و غارت گری شروع کر دیں۔ مسلمانوں کے اندر باہمی رواداری، احترام مذاہب، برداشت اور اتحاد دیگر مذاہب کی نسبت بہت زیادہ ہونا چاہیے کیونکہ ہمارے لئے تو اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے:

> وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ [38]
>
> ترجمہ: اور کہو کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ پس تم اسی پر چلو، اس کے سوا دوسرے راستوں پر نہیں چلنا، کہ وہ تم کو ہٹادیں اس کی راہ (حق وصواب) سے، اسی کی تاکید فرمائی ہے اس نے تم کو تاکہ تم لوگ بچ سکو۔

---

[38] الانعام: 153

Al Inam:153.

رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کائنات میں قیام امن کے لئے مثالی ہے اور ہر دور میں اتحاد وامن کے داعی آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے مستفیض ہوتے رہے۔آج ہم بھی اگر آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر کامی طور پر عمل پیرا ہو جائیں تو عصر حاضر میں ہر طرح کا امن قائم ہو سکتا ہے۔وطن عزیز پاکستان میں اسوہ حسنہ کی روشنی میں باہمی رواداری،احترامِ مذاہب، صبر و تحمل،اتحاد واتفاق اور قرآنی تعلیمات کو عام کر دیں تو خطے میں امن کی بحالی باآسانی ہو سکتی ہے۔

سفارشات

ا۔ مدارس دینیہ میں تعلیم کے نظام کو جدید اور مؤثر بنایا جائے۔مدارس میں مناظرے و مجادلے سکھانے کی بجائے دیگر مسالک کا احترام اور اختلافات کے باوجود ان کو برداشت کرنے کی باضابطہ تربیت کی جائے۔مدارس میں عصری علوم کو فروغ دینے کے لئے حکومتِ وقت خاص اہتمام کرے تاکہ مدارس میں پڑھنے والے کسی طور بھی کسی سے پیچھے نہ رہیں۔

۲۔ قرآن سنت کی روشنی میں قیام امن کے لئے ایک اجتماعی پلیٹ فارم ہو جو لوگوں کو بار بار ترغیب دلائے اور باہمی رواداری پیدا کرنے کے لئے سیمینار بھی منعقد کروائے ۔مسلکی اتحاد و اتفاق کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کے ساتھ رواداری اور برداشت کے لئے لوگوں کی تربیت کی جائے۔

۳۔ حکومتِ وقت قیام امن کے لئے سختی سے فرقہ واریت کو روکے اور پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق پر منظم طریقے سے پالیسی کو عملی جامہ پہنائے اور اقلیتوں کی بھی اس حوالے سے تربیت کا اہتمام کیا جائے کہ وہ بھی اپنے اندر صبر و تحمل اور برداشت پیدا کریں۔

۴۔ جرائم کی روک تھام کے لئے شرعی حدود کا نفاذ کیا جائے کیونکہ مجرم سزاؤں کا منظم نظام اور عدالتوں میں انصاف کی فراہمی نہ ہونے کی وجہ سے ہٹ دھرمی کے ساتھ جرائم پر ڈٹے رہتے ہیں اور یہی بات استیصال امن کا باعث ہے۔لہٰذا انصاف کی فراہمی کے ساتھ ساتھ شرعی حدود کو نافذ کیا جائے۔

5۔ مذہبی حلقوں سے ہٹ کر عام عوام اور بڑے افسران اور کاروباری لوگوں میں بھی تربیت کا بہت بڑا فقدان ہے۔یہ لوگ چھوٹوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں اور اپنے نیچے کسی کی عزت وآبرو کا کوئی لحاظ نہیں کرتے۔ان کے لئے قرآن حکیم اور رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں تربیت کا اہتما کیا جائے جس کی نگرانی حکومت خود

کرے۔ان لوگوں کو انسانی سماج میں اخوت، ہمدردی، بھائی چارہ، مساوات، برداشت، احترام انسانیت اور خیر خواہی کی تعلیم دی جائے۔

6۔ پاکستان میں قیام امن کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ عالمی امن کی بحالی کی کوششیں بھی کی جائیں۔اس کے لئے عالمی سطح پر بین مذہب رواداری، مکالمہ، احترامِ مذاہب و انسانیت، انتہا پسندی سے گریز، وسعتِ قلبی اور قیام امن کی بحالی پر پروگرام منعقد کروائے جائیں جس سے عالمی امن کی طرف مثبت پیش رفت ہو سکے۔

کتابیات

1. Amrohi, Naseem, Jamey Naseem-Ul-Lughaat , (Lahore: Shaikh Ghulam Ali & Sinz , 1955).
2. Ibn-e-Manzoor , Muhammad Bin Mukarram, Lisaan-Ul-Arab, (Beruit:Dar-E-Saadar,1414H).
3. Al Balaazri, Ahmad Bin Yakhyah, Fatooh-Ul-Baldaan, (Qahirah: Dar-Ul-Nashar 1956).
4. Al-Azhari , Muhammad Karam Shah, Zia-Ul-Quran , (Lahore: Zia-Ul-Quran Publications 1997).
5. Qaraafi , Shab-Ul-Deen , Al Farooq,(Beruit: Dar-Ul-Kutub Al Ilmiah).
6. Jasaas,Abu Bakar Ahmad Bin Ali Al Razi, Ahkaam-Ul-Quran,(Beruit: Dar Ikhya-Ul-TuRaas).
7. Al Shibani, Muhammad bin Hassan, Sharah Al Saiyar Al Kabeer (Beruit: Dar-Ul-Kutub Al Ilmiah 1997).
8. Al Behqi, Abu Bakar Bin Hussain, Dalail-Ul-Nabowat , (Beruit: Dar-Ul-Kutub Al Ilmiah 1408H).
9. Bukhari, Muhammad Bin Ismaeil , Abu Abdullah, Al Jamey Al Sahi , (Dar-Ul-Tooq Al Nijah 1422H).
10. H. G. Wells (21 September 1866 – 13 August 1946) English author, historian, teacher, and journalist.
11. Tirmazi, Abu Moosa Bin Eisa ,Al Sunan (Lahore: Nomani Kutub Khana).
12. Raghab Asfahani, Mufradaat-Ul-Quran (Beriut:Dar-Ul-Qalam 1430H) .